ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

فقہ اسلامی کے ثانوی مآخذ: تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

Secondary Sources of Islamic Jurisprudence: A Research and Analytical Study

Dr. Hafiz Muhammad Abrar Awan
Assistant Professor,
Department of Urdu Encyclopedia of Islam,
University of the Punjab, Lahore
****** ***Dr. Naveed Ur Rehman***
Assistant Professor, University Law College,
University of the Punjab, Lahore, Pakistan
****** ***Tooba Khalid***
Doctoral Candidate, Department of Islamic Studies,
University of Education, Lahore

Abstract

This paper presents a research-based and analytical study of the secondary sources of Islamic jurisprudence (Fiqh). While the Qur'an and the Sunnah constitute the primary foundations of Islamic law, jurists have developed and employed a range of secondary principles to address emerging issues and practical legal needs. This study examines key secondary sources including Ijma' (consensus), Qiyas (analogical reasoning), the statements and practices of the Companions, Istihsan (juristic preference), Istidlal (inference), previous revealed laws, Istishab (presumption of continuity), 'Urf (custom), and Sadd al-Dhara'i' (blocking the means). Each source is discussed with reference to its conceptual definition, legal authority, textual basis, and juristic application. The analysis demonstrates that these secondary sources provide flexibility, adaptability, and contextual relevance to Islamic law, ensuring its continued applicability across changing social and legal circumstances. These principles not only facilitate legal reasoning but also reinforce the comprehensiveness and practicality of the Shariah.

Key Words: *Islamic Jurisprudence, Secondary Sources, Ijma', Qiyas, Istihsan, Istishab, 'Urf, Sadd al-Dhara'i'*

فقہاء کرام نے اخذِ مسائل شریعہ کے لیے بنیادی ماخذین قرآن و سنت سے راہنمائی لی ہے۔لیکن ان کے علاوہ بھی کچھ اہم مصادر ہیں۔اخذِ احکام کے سلسلے میں فقہا قرآن وسنت کے بعد ان ہی سے مدد لیتے ہیں۔

۱۔ اجماع
۲۔ قیاس
۳۔ اقوالِ وتعامل صحابہؓ
۴۔ استحسان
۵۔ استدلال
۶۔ سابقہ شرائع
۷۔ سدّ ذرائع
۸۔ عرف وعادت

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

۹۔ استصحاب حال

جن کی تفاصیل حسبِ ذیل ہیں:

ا۔ اجماع

اجماع کا لغوی معنی و مفہوم:

کسی چیز کا ارادہ کرنا اور اس پر پختگی سے ڈٹ جانا۔ لفظ اجماع کا مادہ(ج۔ م۔ ع۔) "جمع" ہے۔ جس کے لفظی معنی اشیا کو اکٹھا کرنے اور ایک دوسرے سے ملانے کے ہیں۔

الجمع ضم الشيء بتقريب بعضه من بعض يقال جمعته فاجتمع[1]

"جمع ایک شے کو دوسری شے کے قریب لا کر انہیں باہم ملانے کا نام ہے۔ کہا جاتا ہے۔ میں نے اسے اکٹھا کیا تو وہ اکٹھا ہو گیا"۔

اجماع کا اصطلاحی مفہوم:

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی امت میں سے کسی بھی زمانے کے مجتہدین کا کسی حکم شرعی پر اتفاق کرلینا اجماع کہلاتا ہے۔ اجماع کی ایک تعریف یہ بھی ہے: کہ اربابِ حل وعقد کا کسی بات پر متفق ہونا اجماع کہلاتا ہے۔

امام غزالیؒ اجماع کی یوں تعریف کرتے ہیں:

الإجماع فإنما نعني به اتفاق أمة محمد خاصة " على أمر من الأمور الدينية[2]

"ہم اجماع سے حضرت محمد ﷺ کی امت کا خاص طور پر کسی دینی معاملے پر اتفاق مراد لیتے ہیں"۔

اجماع ازروئے قرآن:

﴿فَأَجْمِعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوا صَفًّا﴾[3]

"جادو گروں نے کہا تم اپنا ارادہ پختہ کرو اور پھر صف بنا لو"

الغرض قرآن مجید میں لفظ اجماع ، اکٹھا کرنے اور عزم کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُواْ شُهَدَاء عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾[4]

"اور اسی طرح ہم نے تم کو ایسی جماعت بنا دیا جو ہر پہلو سے اعتدال پر قائم ہے تاکہ تم (مخالف) لوگوں کے مقابلے میں گواہ ہو اور رسول اللہ ﷺ تم پر گواہ ہوں"۔

---

[1]۔ راغب اصفہانی، حسین بن محمد بن مفضل، امام، المفردات فی غریب القرآن، تحت مادہ ج م ع، ص ۹۵، اسلامی اکادمی، لاہور، ۱۹۸۷ء۔

[2]۔ الغزالی، المستصفی من علم الاصول، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء، ۱/ ۱۱۰

[3]۔ طٰہٰ، ۶۴، ۲۰

[4]۔ البقرۃ، ۲:۱۴۳

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

امام غزالی درج ذیل آیات کو اجماع کی دلیل قرار دیتے ہیں۔[5]

﴿وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُواْ﴾[6]

"اور مضبوط پکڑے رہو اللہ کی رسی کو اور باہم نااتفاقی نہ کرو"۔

امام غزالی ؒ لکھتے ہیں کہ درج ذیل آیت مبارکہ سے امام شافعی ؒ نے بھی اجماع کی حجیت پر استدلال کیا ہے۔

﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ﴾[7]

"اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس پر امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے پر ہو لیا تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے"۔

اجماع از روئے حدیث:

احادیث نبویہ ﷺ سے بھی اجماع کی حجیت ثابت ہے۔ چند احادیث سے وضاحت کی جاتی ہے۔

۱۔ "إن الله لا يجمع أمتي أو قال أمة محمد على ضلالة ويد الله على الجماعة و من شذّ في النار[8]

"بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو یا فرمایا محمد ﷺ کی امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے، جو شخص الگ ہوا وہ جہنم میں الگ ہو کر جا پڑے گا"۔

۲۔ "عليكم بالجماعة وإياكم والفرقة فإن الشيطن مع الواحد وهو من الإثنين ابعد من أراد بحبوحة الجنة فليلزم الجماعة[9]"

"تم جماعت کی موافقت لازم پکڑو اور خبردار تفرقہ سے بچو، اس لیے کہ شیطان ایک کے مقابلے میں دو سے زیادہ دور ہوتا ہے، جو شخص چاہتا ہے کہ جنت کے وسطی حصے میں جگہ حاصل کرے وہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ موافقت کو لازم پکڑے"۔

احادیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں قیاس کے دلائل

آپ ﷺ کی زندگی سے ہمیں قیاس کی دلیل ملتی ہے جس سے قیاس کا راستہ کھلتا ہے، جن کی مثال حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ایک روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس کی بیوی نے ایک سیاہ رنگ کے بچے کو جنم دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے جواب دیا۔ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ان کے رنگ کون کون سے ہیں؟ اس نے کہا: سرخ۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا ان میں ان اونٹوں میں کوئی خاکستری رنگ کا بھی ہے؟ اس نے جواب دیا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے پوچھا۔ اس کے بارے میں تیرا کیا خیال

5۔ الغزالی، المستصفیٰ، علم الاصول، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱/۱۱۱

6۔ آل عمران، ۳:۱۰۳

7۔ النساء، ۴:۱۰۵

8۔ ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، دار الفجر للتراث، القاہرہ، ۲۰۰۴ء، ۴/۲۰۱

9 ایضاً

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

ہے، وہ کہاں سے آگیا ؟ اس نے جواب دیا کہ ممکن ہے وہ کسی رگ کے فساد کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہو۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا :وہی رگ کا فساد یہاں بھی پایا جاسکتا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث کی روشنی سے قیاس کا ثبوت ملتا ہے اور امت کو قیاس سے متعارف کروایا گیا ہے۔

اجماع ائمہ مجتہدین کے نزدیک

علامہ آمدی اجماع کی تعریف میں لکھتے ہیں :

الإجماع عبارة عن اتفاق جملة أهل الحل والعقد من أمة محمد فی عصر من الأعصار علی حکم و واقعة من الوقائع[10]

"اجماع امت محمدیہ کے کسی ایک زمانے کے تمام اہل حل و عقد کا پیش آمدہ مسائل میں سے کسی مسئلے کے حکم پر اتفاق کر لینا ہے"

فخر الاسلام بزدوی ؒ (م ۴۸۲ھ) فرماتے ہیں:

أنه عبارة عن اتفاق المجتهدين من هذا الأمة فی عصر علی أمر من الأمور[11]

"اجماع اس امت کے اہل اجتہاد لوگوں کے اکسی زمانے میں کسی معاملے پر باہم اتفاق کر لینے سے عبارت ہے"۔

اجماع کی اقسام

اجماع کی درج ذیل دو اقسام ہیں: ا۔اجماع مرکب ۲۔اجماع غیر مرکب

ا۔ اجماع مرکب

اجماع مرکب یہ ہے علماء کا کسی حکم پر اجماع ہو مگر اس کی علت (سبب) میں اختلاف ہو جسے پرائز بانڈ پر اجماع ہو جائے کہ یہ حرام ہے۔ لیکن کچھ کے نزدیک اس کی علت سود ہو اور کچھ کے نزدیک اس کی علت جوا ہو مثلاً اگر کسی شخص کو قے آجائے اور وہ عورت کو بھی مس کرے تو اس کا وضو امام شافعی اور امام ابوحنیفہ دونوں کے نزدیک ٹوٹ جائے گا لیکن علت دونوں کے نزدیک مختلف ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قے کی وجہ سے وضو ٹوٹا ہے اور امام شافعی کے نزدیک عورت کو چھونے کی وجہ سے ٹوٹا ہے۔ چونکہ یہ اجماع دو علتوں کے ملنے کی وجہ سے اس لیے اس کو اجماع مرکب کہتے ہیں۔

۲۔ اجماع غیر مرکب

ایسا اجماع جس میں حکم اور علت دونوں پر اتفاق ہوا ہو خواہ کوئی چیز حلال ہو یا حرام۔ مثلاً ہیروین اور چرس وغیرہ کے حرام ہونے پر اتفاق ہے اس کی علت نشہ ہے۔ اس کی علت اور حکم دونوں پر اجماع ہے۔ امت محمدیہ چونکہ افضل ترین امت قرار دی گئی ہے لہذا ان کا اجماع اور اتفاق بھی اشرف ترین امت کا اجماع و اتفاق ہے۔

---

[10]۔ الآمدی، الاحکام فی اصول الاحکام'، ۱/ ۱۶۸

[11]۔ بزدوی، کشف الاسرار، ۳/ ۳۳۷

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

﴿ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ﴾[12]

"اور اسی طرح ہم نے تم کو ایسی جماعت بنا دیا جو ہر پہلو سے اعتدال پر قائم ہے تاکہ تم (مخالف) لوگوں کے مقابلے میں گواہ ہو اور رسول اللہ ﷺ تم پر گواہ ہوں"۔

اجماع غیر مرکب کی دو اقسام ہیں:

۱۔ اجماع قولی

۲۔ اجماع سکوتی

اجماع قولی: تمام مجتہدین اپنی اپنی رائے کا اظہار کریں اور اجماع پر متفق ہونے کا اعلان کریں۔

اجماع سکوتی: اجماع سکوتی کی بھی دو اقسام ہیں:

الف۔ ایک مسئلہ پیش آیا ہو، اور اس پر بحث ہو اور اجماع ہو جائے کچھ لوگوں نے تو اس پر اتفاق کیا اور کچھ نے خاموشی اختیار کی۔

ب۔ معاشرے کے اندر کوئی نئی روایت آئی اور علماء نے اس کے خلاف آواز نہ اٹھائی وہ روایت معاشرے کا حصہ ہے یہ اجماع سکوتی کہلائے گا۔ علماء کی خاموشی کا مطلب ہے اس کو جائز سمجھتے ہیں

اجماع کی شرائط

اس کی درج ذیل شرائط ہیں:

۱۔ پیش آمدہ مسئلہ کا حل کتاب اللہ سے ڈھونڈا جائے اگر حکم قرآن میں پہلے سے موجود ہو تو پھر اس کے خلاف اجماع نہیں ہو گا۔

۲۔ اس کے بعد مسئلہ کا حل سنت رسول ﷺ سے نکالا جائے اگر کوئی ضعیف، مرسل خبر واحد مل جائے تو اس پر عمل واجب ہو گا، اجماع نہیں ہو گا۔

۳۔ تمام لوگوں کا اجماع پر متفق ہونا ضروری نہیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اجماع کے لیے ضروری نہیں کہ تمام مجتہدین متفق ہوں بلکہ کم لوگوں کی مخالفت کے باوجود بھی اجماع ہو جاتا ہے۔

۲۔ قیاس

فقہ اسلامی کے ذیلی مآخذ میں سے قیاس بھی ہے۔ لغت میں قیاس "تقدیر" یعنی اندازہ لگانے کو کہتے ہیں۔ قیاس کے ذریعے قرآن وسنت کی روشنی میں لوگوں کے مسائل کا شرعی حل پیش کیا جاسکتا ہے۔ فقہاء کرام احکام کے علل واسباب دریافت کرتے ہیں۔ فقہاء کے نزدیک اس کی تعریف یہ ہے کہ

تقدير الفرع بالأصل في الحكم والعلة[13]

"حکم اور علت میں فرع (نیا مسئلہ) کو اصل (سابق حکم) کے مطابق کرنا"۔

چنانچہ جب وہ کسی مسئلہ کے متعلق ایسے حکم کی علت غائی دریافت کر لیتے ہیں جو نص کی رو سے دیا گیا ہو تو ان کے لیے یہ ممکن ہو جاتا ہے کہ کسی دوسرے مسئلے کو اس پر قیاس کر سکیں اور اس کو بھی ویسا ہی حکم دے سکیں جیسا پہلے مسئلے کو دیا گیا تھا، بشرطیکہ دونوں کی علت

---

[12]۔ البقرۃ ۲:۱۴۳

[13]۔ ملاجیون، شیخ احمد، حافظ، نور الانوار، مبحث القیاس، المطبع العلمي، دہلی، س۔ن، ص ۲۲۴

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

غائی ایک ہو۔قیاس اپنی حقیقت کے لحاظ سے ایک چیز کا حکم دوسری کے لیے اس بناء پر ثابت کرنے سے عبارت ہے کہ دونوں میں علت حکم یکساں اور مشترک ہے ۔

قیاس کی حجیت ازروئے قرآن:

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً﴾[14]

"اے ایمان والو !اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اہل حکومت کی بھی اور اگر کسی امر میں اختلاف کرنے لگو تو اس میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے"۔

علامہ آلوسی ؒ نے اس آیت کی تفسیر یوں کی ہے:

یہ آیت قیاس کو ثابت کرنے کی حجت ہے بلکہ اس میں تمام دلائل شریعہ کا ذکر آتا ہے کیونکہ اللہ کی اطاعت سے مراد کتاب اللہ پر عمل کرنا ہے، رسول ﷺ کی اطاعت کرنے سے مراد سنت پر عمل ہے۔ جبکہ کتاب و سنت کے حوالے کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کتاب و سنت میں وضاحت نہ ملنے کی وجہ سے جس بات میں اختلاف ہو رہا ہو اس کا حکم کتاب و سنت کے اصول اور علت کی بنیاد پر معلوم کرو اور اسی کو قیاس کہتے ہیں :آیت کے لفظان تنازعتم سے معلوم ہوا کہ اختلاف نہ ہونے کی صورت میں جس بات پر اتفاق ہے اس پر عمل کیا جائے گا" قرآن کریم کی بہت سی آیات میں مضامین کو قیاس کے طریقے سے ثابت کیا گیا ہے۔

۳۔ اقوال وتعامل صحابہؓ

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سورۃالنساء میں جو کلالہ کا ذکر ہے ،کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ؓ نے فرمایا:

أقول فيها برأيي فإن يكن صوابا فمن الله، وإن يكن خطأ فمني ومن الشيطان، أراه ماخلا الوالد والولد۔[15]

"میں اپنے قیاس سے اس کے بارے میں بتاتا ہوں کہ کلالہ سے اولاد، باپ اور دادا کے علاوہ وہ رشتہ دار مراد ہیں"۔

۲۔ حضرت عمرؓ نے قاضی شریح کو ہدایات دیتے ہوئے ارشاد فرمایا : تم اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے کرو۔ اگر اللہ کی کتاب کا ہر پہلو تمہارے علم میں نہ ہو تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مطابق فیصلے کرو۔ آپ ﷺ کے تمام فیصلے تمہارے علم میں نہ ہوں تو ہدایت یافتہ آئمہ کے جو فیصلے تمہارے علم میں ہوں ان کے مطابق فیصلے کرو اور اگر آئمہ کے تمام فیصلے بھی تمہارے علم میں میں نہ ہوں تو مسئلہ کے نظائر ڈھونڈ و اور قیاس کرو۔[16]

14۔ النساء، ۴: ۵۹

15۔ سنن الدرامي - الفرائض – الكلالة - ص ۲۸۳۵

16۔ ابن قیم،اعلام الموقعین،۱/۲۰۴

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

۳۔ حضرت عمر ؓ نے اپنے دور میں شراب پینے کی سزا کے بارے میں حضرات صحابہ کرام ؓ سے مشورہ کیا تو حضرت علی ؓ نے قیاس کی روشنی میں یہ مشورہ دیا کہ شراب پینے کی سزا اسی درے مقرر کیے جائیں۔

بیان کردہ روایات میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ حضراتِ صحابہ کرام ؓ نے قیاس کر کے مسئلہ کا حل پیش کیا۔ لہذا قیاس بھی فقہ اسلامی کا ایک ذیلی ماخذ ہے۔

۴۔ استحسان

فقہ اسلامی کا ایک اہم مصدر استحسان ہے۔ فقہا کرام حنفیہ ،مالکیہ اور حنابلہ نے احکام شریعہ کے اخذ کرنے میں استحسان کو ایک شرعی حجت تسلیم کیا ہے۔استحسان کا لفظ "حسن" سے بنا ہے جس کا معنی ہے "اچھا" اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو اچھا سمجھنا۔ مثلاً ایک شخص کا کسی کھانا ، مشروب یا رائے کو اچھا سمجھنا استحسان کہلاتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مشروب ، کھانا یا رائے کسی دوسرے شخص کے نزدیک اچھی نہ ہو"[17]

استحسان کو اپنانے کی مختلف تعریفات

جس چیز کا قیاس تقاضا کرے اسے چھوڑ کر اس سے قوی تر قیاس پر عمل کرنا استحسان کہلاتا ہے۔دو دلیلوں میں سے قوی تر دلیل کو اختیار کرنا استحسان ہے۔قوی تر دلیل کی بنا پر قیاس جلی کو ترک کرنے کا نام استحسان ہے۔

استحسان ازروئے قرآن:

حجیت استحسان کے چند دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

﴿ وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُم ﴾[18]

"اور پیروی اختیار کرو اپنے رب کی بھیجی ہوئی کتاب کے بہترین پہلو کی"۔

۲۔ ﴿ فَبَشِّرْ عِبَادِ o الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ﴾[19]

"پس (اے نبی ﷺ (بشارت دے دیں میرے ان بندوں کو جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس میں سے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں"۔

۳۔ ﴿ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُواْ بِأَحْسَنِهَا ﴾[20]

اور اپنی قوم کو حکم دو کہ ان) ہدایات (کے بہترین مفہوم کی پیروی کریں"۔

استحسان ازروئے حدیث:

نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذ بن جبل ؓ کو یمن روانہ کرتے وقت فرمایا:

17۔ البحر المحیط، ۲/۸۷
18۔ الزمر، ۳۹: ۵۵
19۔ الزمر، ۳۹: ۱۸
20۔ الاعراف، ۷: ۱۴۵

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

"یسرا ولا تعسرا و بشرا ولا تنفرا و تطاوعا"[21]

"آسانی کرنا اور سختی نہ کرنا اور خوشخبری سنانا اور نفرت نہ دلانا بلکہ شوق دلانا"۔

استحسان قرآن و سنت کی نظر میں مستحسن ہے مذکورہ آیات و روایات اس بات کا واضح ثبوت ہیں ۔ استحسان پر عمل کرنے سے تنگی و سختی چھوڑ کر آسانی اختیار کی جاتی ہے اور یہ دین کا اصول ہے۔ اگر استحسان حجت نہ ہوتا تو اللہ کے نزدیک پسندیدہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

استحسان، اقوال وتعامل صحابہؓ

مولانا تقی امینی لکھتے ہیں کہ : صحابہ ؓ کے طرز عمل کا ثبوت میراث کا مسئلہ ہے اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک کا انتقال ہوتا ہے اس کے ورثاء میں شوہر، والدہ، دوسگے بھائی اور دو ماں شریک بھائی ہیں۔ علم میراث کے قاعدہ کے مطابق سگے بھائی عصبات میں شمار ہوتے ہیں اور ماں شریک بھائی اصحاب فروض میں شامل ہیں۔

اصحاب فروض وہ ہیں جن کے حصے وحی الٰہی نے مقرر کر دیئے ہیں اور عصبات وہ ہیں جن کے حصے متعین نہیں ہیں بلکہ اصحاب فروض سے جو بچتا ہے وہ اس کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ مذکورہ صورت میں شوہر کو نصف ، والدہ کو چھٹا حصہ اور ماں شریک بھائیوں کو تہائی حصہ ملے گا۔ قیاسی قاعدہ کے مطابق اس تقسیم کے بعد کچھ نہیں بچتا کہ سگے بھائیوں کو دیا جائے۔ اس بنا پر وہ محروم ہو جائیں گے اور ماں شریک بھائی اپنا حصہ لے لیں گے۔

ظاہر ہے کہ اس تقسیم میں سگے بھائیوں کا نقصان ہے جبکہ میت سے ان کا دوسرا رشتہ (ماں اور باپ دونوں جانب سے) قائم ہے۔ حضرت عمر ؓ کے سامنے جب یہ واقعہ پیش ہوا تو انہوں نے سگے بھائیوں کے نقصان کے دفعیہ کی غرض سے قیاسی قاعدہ چھوڑ دیا اور ان کو ماں شریک بھائیوں میں شامل کر کے تہائی میں سب کو حقدار بنایا۔[22]

۵۔ استدلال

استدلال کا مطلب ہے دلیل طلب کرنا، دلیل چاہنا، کسی چیز کو ڈھونڈنا۔ فقہ اسلامی کا مصدر استدلال بہت ہی اہم ہے اور فقہ اسلامی کے ذیلی ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔ استدلال کے ذریعے اخذِ مسائلِ شرعیہ کا کوئی مخصوص یا رائج طریقہ موجود نہیں ہے۔ دو باتوں میں سے جو ایک بات زیادہ مشاہدے والی نتیجے میں آجائے اور وہ پہلے معلوم بھی نہ ہو، تو اس کو استدلال کا درجہ دیں گے۔ اگر وہ پہلے سے معلوم شدہ بات ہے تو وہ استدلال نہیں کیونکہ نتیجہ کا تکرار اس مسئلے کے استدلال کو باطل قرار دیتا ہے۔

۶۔ سابقہ شرائع

اہلِ لغت کے ہاں الشریعۃ کا معنی پانی پینے کی وہ جگہ ہے جہاں سے لوگ پانی پیتے اور لیتے ہیں۔ شریعہ کا اطلاق واضح راستہ اور طریق پر بھی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

[21]۔ صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب امر الوالی اذا وجہ امیرین الی موضع ان یتطاوعا ولا یتعاصیا، ح:۶۷۵۱

[22]۔ فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، ص۱۷۶، ۱۷۷

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ﴾[23]

پھر ہم نے آپ کو دین کے کھلے رستے پر (قائم) کردیا۔

شرائع سابقہ سے مراد وہ احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں اور نبیوں کے ذریعے سابقہ امتوں کی طرف بھیجے تھے۔شرائع سابقہ کے احکام کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱۔ عقائد سے متعلق احکام جو تمام شریعتوں میں یکساں ہیں۔ مثلاً عقیدہ توحید، رسالت آخرت ۔

۲۔ جو شریعت اسلامی میں مذکور ہیں مگر ان کا اقرار یا انکار نہیں۔ ایسے احکام کے شرعی حجت ہونے یا نہ ہونے میں علمائے اصول کے درمیان اختلاف ہے۔

۳۔ وہ احکام جو شریعت اسلامی میں مذکور نہیں۔ حجت نہیں ہیں۔

۴۔ جو شریعت اسلامی میں مذکور ہیں اور ان کا منسوخ ہونا ثابت ہے۔ مثلاً مال غنیمت کی حرمت، شریعت اسلامی نے حرمت کو منسوخ کر کے مال غنیمت کو جائز قرار دیا ہے۔

۵۔ جو شریعت اسلامی میں مذکور ہیں اور ان کی فرضیت کی دلیل بھی ہے۔ مثلاً روزے اور قربانی کے احکام۔ یہ بھی حجت ہیں۔

سابقہ شرائع کی حجیت ازروئے قرآن:

جو علمائے اصول احکام شرائع سابقہ کو شرعی دلیل اور حجت تسلیم کرتے ہیں ان کے دلائل یہ ہیں۔ ایک جگہ ارشاد ربانی ہے۔

﴿ إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُواْ لِلَّذِينَ هَادُواْ ﴾[24]

"ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔ سارے نبی جو مطیع تھے، اسی کے مطابق ان یہودیوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ ﴾[25]

"پھر ہم نے آپ (ﷺ) کی طرف یہ وحی بھیجی کہ یکسو ہو کر ابراہیم ؑ کے طریقے پر چلیں"۔

مذکورہ آیت کریمہ شرائع سابقہ کی حجیت کو ثابت کرتی ہیں۔

شرائع سابقہ ازروئے سنت نبوی ﷺ:

سنت نبویؐ سے بھی شرائع سابقہ کی حجیت کے دلائل ملتے ہیں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ نبی اکرم ﷺ نے زانی یہودی اور یہودیہ کو رجم فرمایا۔" آپ ﷺ نے اس سزا کا نفاذ تورات کے حکم کے مطابق کیا تھا۔"

۲۔ جب عمرو بن العاص ؓ کے بارے میں آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ دن کو روزانہ روزہ رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا۔ "حضرت داؤد ؑ کا سا روزہ رکھو۔ وہ ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھتے اور دشمن کے ساتھ مقابلے کے وقت کبھی بھاگتے نہ تھے"۔

---

[23] ۔ الجاثیہ، ۴۵: ۱۸

[24]۔ المائدۃ، ۵: ۴۴

[25]۔ النحل، ۱۶: ۱۲۳

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

مذکورہ بالا روایات سے بھی شرائع سابقہ کی دلالت واضح ہوتی ہے جو فقہاء شرائع سابقہ کو دلیل نہیں مانتے ان کے ہاں بھی قرآن وسنت سے مزین دلائل ہیں جن کو وہ انکارِ شرائع سابقہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

شرائع سابقہ اور تعامل و اقوال صحابہؓ:

صحابہ کرامؓ وہ عظیم ہستیاں ہیں جنھوں نے سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا اور ہر مشکل گھڑی میں آپ ﷺ کا ساتھ دیا۔ انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے دین کے احکامات کو براہِ راست سیکھا۔ صحابہ کرامؓ اس سلسلے کی پہلی کڑی ہیں جس کے ذریعے قرآن وسنت کی شکل میں دین ہم تک پہنچا۔ گویا صحابہ کرامؓ وہ ہیں جنہوں نے براہ راست نبی کریم ﷺ کی ذات سے دین سیکھا، تعلیم و تربیت حاصل کی اور آپ ﷺ کی فکری و عملی زندگی کو اپنی زندگی میں رچایا اور بسایا۔ جو آپ ﷺ سے سنا، کرتے ہوئے دیکھا اس کی عملی تصویر بن گئے۔ اگر کہیں شبہ ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لیا۔ ایسی حالت میں ان سے بڑھ کر مزاج شناس نبوت اور کون ہو سکتا ہے؟ اس لیے فقہ اسلامی کا ایک اہم ماخذ اقوال و تعامل صحابہؓ ہے اور فقہ اسلامی کے ذیلی ماخذین میں سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

تعامل صحابہؓ کی حجیت ازروئے قرآن:

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ الْاَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْاَنصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْاْ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾[26]

"مہاجرین و انصار میں جو لوگ سبقت کرنے والے سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے راست بازی کے ساتھ ان کی اتباع کی ان سب سے اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے"۔

اس آیت کریمہ میں "رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ" صحابہ کرام ؓ کے اقوال و تعامل کو ماخذ قرار دینے میں اہم ثبوت کی حیثیت رکھتا ہے اور قرآن پاک سے بڑھ کر گواہی کس کی ہو سکتی ہے۔

تعامل واقوالِ صحابہؓ ازروئے حدیث:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ"[27]

"تم لوگ میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، مضبوطی کے ساتھ اس پر جمے رہو"۔

مذکورہ بالا آیات و روایات اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ صحابہ کرام ؓ کے اقوال اور تعامل شرعی حجت ہیں۔

علماء کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ صحابہ کرام ؓ کی ذاتی رائے اور اجتہاد شرعی حجیت نہیں ہے، لہذا ان پر عمل کرنا واجب نہیں ہے۔

26۔ التوبہ، ۹: ۱۰۰

27۔ بخاری، ۲۵۲/۲

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

۷۔ استصحاب حال

استصحاب کا لغوی معنی:

استصحاب باب استفعال کا مصدر ہے اس کے معنی ہیں ساتھی بنانا، کسی کو ساتھ رہنے کی دعوت دینا۔

استصحاب کا اصطلاحی معنی:

علمائے اصول فقہ نے استصحاب کی متعدد تعریفیں کی ہیں۔ جن کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ استصحاب کا مطلب ہے: ماضی میں کسی چیز کی حالت کو حال کے زمانہ میں جاری رکھنا جب تک کہ اس حالت کو تبدیل کرنے کی کوئی دلیل نہ پائی جائے۔[28]

حال میں کسی چیز کے ثبوت کا حکم محض اس بنا پر لگانا کہ وہ چیز ماضی میں موجود نہ تھی۔ ماضی میں کسی چیز کی حالت کو حال کے زمانہ میں جاری رکھنا جب تک کہ اس حالت کو تبدیل کرنے کی کوئی دلیل نہ پائی جائے۔ اگر کسی چیز کا وجود ماضی میں کسی دلیل کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے اور زمانہ حال میں کوئی دلیل اس کی نفی نہیں کر رہی تو پھر اس چیز کو حال میں بھی ماضی ہی طرح موجود سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اس چیز کا موجود ہونا پہلے سے ہی ثابت چلا آرہا ہے ۔ اگر ماضی میں اس چیز کا عدم وجود دلیل کے ساتھ ثابت ہے اور بعد والے زمین میں اس کے وجود پر کوئی دلیل نہیں ملتی تو ماضی میں اس چیز کے عدم وجود کا حکم زمانہ حال میں بھی اسی طرح باقی رکھا جائے گا۔

استصحاب ازروئے قرآن:

قرآن مجید میں ارشاد ہے :

﴿قُل لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ﴾[29]

"(اے نبی ﷺ) ان سے کہہ دیں کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے اس میں تو میں ایسی کوئی چیز نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو، سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے۔ یا کوئی گناہ کی چیز ہو کہ اس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو"۔

اس آیت میں دلیل موجود نہ ہونے سے استدلال کیا گیا ہے اور یہی استصحاب ہے۔

استصحاب ازروئے حدیث:

آپ ﷺ کے سامنے ایک ایسے شخص کی حالت بیان کی گئی جسے یہ خیال ہو جاتا کہ نماز میں اس کی ریح خارج ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لا ينفتل أو لا ينصرف حتى يسمع صوتا أو يجد ريحا"[30]

"وہ نماز اس وقت تک نہ توڑے جب کہ آواز نہ سن لے یا بو نہ پا لے"۔

---

[28]۔ علم اصول فقہ: ایک تعارف، ص: ۴۷۵

[29]۔ الانعام، ٦: ۱۴۵

[30]۔ صحیح البخاری، کتاب الوضو، **باب لایتوضأمن الشک حتی یستیقین**، ح: ۱۳۷

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

اس حدیث میں ایسے شخص کا وضو صحیح ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ جسے اپنے وضو کے باقی رہنے کا یقین ہے اور اس کے ٹوٹ جانے میں شک ہے۔ شک دلیل نہیں بن سکتا، لہذا وضو اپنی اصل پر قائم رہا اور یہی استصحاب ہے۔ ظاہری طور پر بھی دیکھا جائے تو استصحاب کا ثبوت ملتا ہے۔ یعنی جو شرعی احکام عہد نبوی میں ثابت تھے اب بھی ثابت ہیں اور ہم ان کے مکلف و پابند ہیں۔ اگر استصحاب دلیل نہ ہوتا تو یہ احکام ہم پر لازم نہ ہوتے۔ جو فقہاء استصحاب کو ایک مطلق شرعی دلیل نہیں مانتے ان کے ہاں بھی قرآن وسنت سے مزین قوی دلائل موجود ہیں۔

۸۔ عرف وعادت

اس قول یا فعل کو کہاجاتا ہے ‘جس کی معاشرتی طور پر ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً رسم ورواج ‘معاشرتی رسم ورواج کبھی قول، فعل اور کبھی عادت ہوتی ہے۔ اُسے عرف یا عادت کے طور پر لیا جاتا ہے۔ یہ کبھی خاص ہوتا ہے اور کبھی عام ہوتا ہے۔ "عرف""نکر" کی ضد ہے اور سلیم طبیعتیں اس کو قبول کرلیں، ایسا کرنا عرف کہلائے گا۔

عرف کی دو اقسام ہیں

۱۔ عرفِ قولی

۲۔ عرفِ فعلی

۱۔ عرف قولی:

جیسے **"دابة"** یہ عرف قولی ہے۔ یہ چو پائے پر لا گو ہوتا ہے۔ **"دابةُ الارض"** اسی طرح" طلاق" یہ میاں بیوی کے درمیان کا معاملہ ہے ‘ یعنی میاں بیوی کے درمیان جدائی کا ایک انداز ہے۔ جب طلاق کہیں گے تو مراد میاں بیوی کے درمیان جدائی ہوگئی۔ اسی طرح ایک معاشرے کے اندر **"دابة"** کا معنی گھوڑا ہے تو وہاں **"دابة"** سے مراد گھوڑا ہی لیا جائے گا۔

۲۔ عرف فعلی:

عام لوگوں کے لیے مصلحت کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی لفظ بولا جائے۔ عام لوگوں کے فعل کے لیے کوئی لفظ استعمال ہوتا ہے مثلاً "غسل کرنا" مراد نہانا، مراد دونوں کا پاکیزگی حاصل کرنا ہے یہ عرفِ فعلی کہلائے گا۔ معروف ہر اس قول یا فعل کا نام ہے جس کی خوبی عقل یا شریعت سے ثابت ہو اور منکر ہر اس بات کو کہاجاتا ہے جو عقل و شریعت کی رو سے بری سمجھی جائے۔[31]

عادت

عادت کا لفظ بھی عرف کے معنی میں مستعمل ہے۔ لسان العرب میں عادت کا یہ معنی بیان ہوا ہے۔" عادت کا لفظ عود سے بنا ہے جس کے معنی لوٹنے کے ہیں ’ ۔

[31]۔ راغب اصفہانی، مفردات القرآن، مادہ "ع رف" ۲/۱۲۷، ۱۲۸

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

عرف وعادت ازروئے قرآن:

قرآن حکیم میں عرف اور معروف کے الفاظ کئی مقامات پر آئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت میں عرف و عادت کو اخذ مسائل شریعہ کے لیے بہت اہم گردانا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾[32]

"(اے محمد! ﷺ) عفو اختیار کیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کیجئے"۔

عرف وعادت ازروئے حدیث:

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے مروی ہے کہ ہندہ بنت عتبہ نے اپنے خاوند ابو سفیان ؓ کے بارے میں نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ وہ اخراجات میں ہاتھ ذرا کھینچ کر رکھتے ہیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ میں ان کی لا علمی میں کچھ لے لیا کروں؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"خذي ما يكفيك وولدك بالمعروف[33]"

معروف یعنی جتنا تیرے اور بچوں کے لیے کافی ہو، اتنا لے لے۔

عرف وعادت ازروئے اقوال وتعاملِ صحابہؓ:

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"للمملوک طعامه وكسوته بالمعروف ولا يكلف من العمل إلا ما يطيق"[34]

"غلام کا کھانا اور اس کا کپڑا عام معروف طریقے پر دیا جائے اور اسے ایسے کام پر مامور نہ کیا جائے جس کی اس میں قدرت نہ ہو"

مذکورہ بالا روایات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عرف کو اخذِ مسائل شریعہ کے لیے بہت اہم حیثیت حاصل ہے اور اسے معاون کی حیثیت سے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

۹۔ سد ذرائع

اسلام ایک کامل ومکمل مذہب ہے جس کا اعلان فخر الانبیا حضرت محمد ﷺ کی زبانی اللہ تعالیٰ نے حجۃ الوداع کے موقع پر کروادیا تھا:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾[35]

اصولِ فقہ کے بعض بنیادی مآخذ ہیں اور بعض ضمنی مآخذ کی حیثیت رکھتے ہیں ان ہی ضمنی مآخذ میں سے ایک "سد ذرائع" بھی ہے ،جن کا تمام فقہا نے فی الجملہ اعتبار کیا ہے ،مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سدّ ذرائع کی لغوی واصطلاحی تعریف ذکر کردی جائے۔

32۔ الاعراف، ۷: ۱۹۹

33۔ نجفی، محمدحسن، (۱۳۶۷)جواهر الكلام فی شرح شرائع الاسلام، الطبعه السابعه، لبنان، داراحياء التراث العربی

34۔ الموطا، کتاب الاستئذان والتشمیت، باب الأمر بالرفق بالمملوک، ح:۱۸۳۶

35۔ المائدہ، ۵: ۳

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

سد ذرائع کا لغوی معنی

السد فی اللغة اغلاق الخلل والذریعة الوسیلة الی الشیی وفی الا صطلاح ھی الاشیا اللتی ظاھر ھا الا باحة ویتوصل بھا الی فعل محظور۔[36]

"سد"لغت میں بند کرنے کو کہتے ہیں اور ذریعہ کے معنی میں کسی چیز تک پہنچانے والے وسیلہ کو بھی کہتے ہیں اور اصطلاح میں ذرائع ان اشیا کو کہا جاتا ہے جن کا ظاہر اور جن کی ذات تو مباح ہو لیکن وہ شئ کسی ممنوع فعل تک پہنچانے کا سبب بنتی ہو

"سد" رکاوٹ، اور ذریعہ کے معنی ہیں۔ اس کی جمع ذرائع ہے۔

سدِ ذرائع کی اصطلاحی تعریف

امام قرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۱ھ) نے سدالذرائع کو ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے:

الذریعة عبارة امر غیر ممنوع لنفسه یخاف من ارتکابه الوقوع فی ممنوع۔[37]

ذریعہ ایک ایسے امر سے عبارت ہے جو فی ذاتہ جائز اور مباح ہو لیکن اس کے ارتکاب سے کسی ممنوع چیز کے واقع ہونے کا اندیشہ ہو گویا سد الذرائع سے مراد وہ مباح اور جائز امور ہیں جو کہ کسی حرام اور ناجائز فعل کا وسیلہ بنیں یا بننے کا قوی اندیشہ ہو۔

سد ّ ِ ذرائع ازروئے قرآن:

سد ذرائع کی مثال قرآنِ پاک میں یوں ہے:

ا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لَا تَقُولُواْ رَاعِنَا وَقُولُواْ انظُرْنَا وَاسْمَعُوا ﴾[38]

"اے ایمان والو !تم نبی اکرم ﷺ کو اپنی طرف مخاطب کرنے کی غرض سے" راعنا "نہ کہا کرو بلکہ" انظرنا "کہا کرو اور (آپ ﷺ)کی بات پوری توجہ سے سنا کرو"۔

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو لفظ" راعنا "کہنے سے منع کیا ہے ۔

سدِّ ذرائع ازروئے حدیث:

اسی طرح شراب کے ایک قطرہ کو بھی حرام کہا گیا تاکہ یہ گھونٹ گھونٹ پینا اتنی مقدار میں شراب پینے کا ذریعہ نہ بن جائے جو نشہ لاتی ہے۔ اسی لیے حدیث شریف میں آتا ہے جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ لائے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔ حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"کل مسکر حرام وما أسکر کثیره فقلیله حرام[39]"

"ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس کی زیادہ مقدار نشہ دے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے"۔

36۔ الموسوعة الفقهية: حرف السين، سد الذرائع، التعريف، ج ۲۴ ص ۲۷۶

37۔ تفسیر قرطبی، سورۃ البقرۃ، آیت نمبر ۱۰۴ ، ج ۲ص ۵۸

38۔ البقرہ، ۲: ۱۰۴

39۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الاشربۃ، باب مااسکر کثیرہ فقلیلہحرام، ج ۲ ص ۱۲۴

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

"الحلال بين والحرام بين وبينهما متشبهات لا يعلمها كثير من الناس، فمن اتقى المشتبهات استبرأ لدينه و عرضه[40]"

"حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے ان دونوں کے درمیان چند امور ایسے ہیں جن کی حیثیت مشتبہات کی ہے جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے۔ جو شخص مشتبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور آبرو کو بچا لیا"۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ فقہ اسلامی کے بنیادی مآخذ کتاب و سنت ہی ہیں لیکن احکام شریعہ کے استنباط کے لیے فقہاء کرام دیگر مصادر سے بھی مدد لیتے ہیں جن میں اجماع، قیاس، استحسان، استدلال، شرائع سابقہ، اقوال و تعامل صحابہؓ استصحاب، عرف و عادت اور سد ذرائع زیادہ اہمیت کے حامل ہیں، جن کے دلائل قرآن و سنت میں موجود ہیں۔

تحقیق و تجزیہ

اس مقالے میں فقہِ اسلامی کے ثانوی مآخذ کا جامع اور منظم مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ ابتدا میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ شریعتِ اسلامی کے اصل مصادر قرآن و سنت ہیں، لیکن ان کے بعد بعض ایسے اصول و ذرائع بھی ہیں جن کی مدد سے فقہاء نے نئے مسائل کا حل دریافت کیا۔ ان ثانوی مآخذ میں سب سے پہلے **اجماع** کا ذکر کیا گیا ہے جسے امتِ محمدیہؐ کے مجتہدین کے باہمی اتفاق کی حیثیت سے ایک مضبوط شرعی دلیل قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد **قیاس** کو بطور ایک اہم فقہی ذریعہ بیان کیا گیا ہے جو علتِ مشترکہ کی بنیاد پر نئے مسائل کو سابقہ احکام سے مربوط کرتا ہے۔

مقالے میں **اقوال و تعاملِ صحابہؓ** کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے واضح کیا گیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا فہمِ دین اور عملی طرزِ عمل فقہِ اسلامی کے لیے ایک مستند ماخذ ہے۔ اسی طرح **استحسان** کو شریعت کی روح، سہولت اور مصلحت کے اصول کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ **استدلال** کو اجتہادی فکر کی ایک صورت کے طور پر بیان کیا گیا ہے جو غور و فکر کے ذریعے نتائج تک پہنچنے کا ذریعہ بنتی ہے۔

مزید برآں، **شرائعِ سابقہ**، **استصحابِ حال**، **عرف و عادت** اور **سدّ ذرائع** جیسے اصولوں کو بھی تفصیل سے واضح کیا گیا ہے اور ان کے قرآنی و حدیثی دلائل بیان کیے گئے ہیں۔ آخر میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ فقہِ اسلامی کے یہ ثانوی مآخذ شریعت کو جامع، متحرک اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ بنانے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں، اور اسلامی قانون کو ہر زمانے میں قابلِ عمل رکھنے کا مؤثر ذریعہ ہیں۔

[40]۔ صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرا لدینہ، ج ا ص ۲۰